بلاسودی بنک کاری

اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ

نفع و نقصان میں منصفانہ حصّہ داری

اسلامی نظریاتی کونسل

اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ بہ سلسلہ بلاسود بنک کاری میں بہت سے ضروری مباحث شامل ہیں۔ مقاماتِ اختلاف کے باوجود بہت سا مواد مفید اور قابلِ قدر ہے۔ اس میں سے ایک اقتباس مندرجہ بالا عنوان سے منتقل دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اسلام صاحبِ زر اور کاروباری فریق میں جس نوعیت کا تعلق پیدا کرتا ہے اُس کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ اگر کاروبار میں نفع ہو تو تمام فریق منصفانہ طور پر اس کے حصّہ دار بنیں اور اگر خسارہ ہو تو اُس میں بھی سب اس طرح شریک ہوں کہ جس طرح نفع میں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ۔ (سورۃ النساء آیت ۲۹)

ترجمہ:۔ (اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ، لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہو تو مضائقہ نہیں۔)

یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ کسی دوسرے شخص کا مال ناجائز طریقے جیسے سود، قمار یا دھوکہ سے ہتھیانا حرام ہے۔ اس کے برعکس باہمی رضامندی اور منصفانہ معاملے کے ذریعے ایک دوسرے کے مال و دولت سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے۔

کاروبار کا لازمی عنصر یہ ہے کہ اس میں جو سرمایہ لگایا جاتا ہے اس پر منافع کا انحصار کاروبار کی

عملی کارکردگی پہ ہوتا ہے۔ اگر اس اصول کا اطلاق کاروبار کے جدید طریقوں اور سرمایہ کاری پر کیا جائے تو اس کے لیے ضروری ہوگا کہ بنکوں کے موجودہ طریق کار کو از سرِ نو منظم کیا جائے اور سود کے بجائے نفع نقصان میں شرکت کا اصول اختیار کیا جائے۔ نفع نقصان میں شرکت کے اصول پر بنک اور دیگر مالیاتی ادارے کاروبار میں جو سرمایہ لگائیں گے، اس پر انہیں مقررہ شرح پر سود نہیں ملے گا بلکہ وہ اس ادارے کے نفع نقصان میں حصہ دار ہوں گے جسے مالی وسائل فراہم کریں۔ اس طرح جو لوگ اپنی بچتیں کسی خاص مدت کے لیے بنکوں اور دیگر مالیاتی اداروں میں جمع کروائیں گے وہ بنک کے نفع نقصان میں شریک ہوں گے۔ مقررہ شرح سے سود کے بجائے نفع نقصان میں شرکت کا اصول رائج کرنے کے نتائج بہت دُور رس ہوں گے اور اگر اس اصول پہ کامیابی سے عمل ہوا تو اس سے معاشرتی عدل کے قیام میں مدد ملے گی، جو ہر اسلامی معاشرے کا اوّلین اور بنیادی مقصد ہے۔

اگرچہ اسلامی شریعت کی رُو سے نفع نقصان میں شرکت کا اصول جائز ہے اور سودی نظام کے جو لوازمات ہیں اُن کے ناپسندیدہ ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں لیکن اس کے باوجود بہت سے لوگ متعدد اسباب کی بنا پر بحالاتِ موجودہ نفع نقصان میں شرکت کے اصول کی کامیابی کے بارے میں بہت سے شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہیں۔ اُن کے اس تردد کی چند وجوہ مندرجہ ذیل ہیں۔

نفع ونقصان میں شرکت کے نظام کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ بنک یا کسی اور مالی ادارے سے جو کاروباری ادارہ بھی سرمایہ حاصل کرے وہ ایمانداری کے ساتھ اور ٹھیک طرح سے حسابات مرتب کرے تاکہ کاروبار کی کارکردگی کا صحیح نقشہ واضح ہو سکے۔ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ زیادہ تر کاروباری ادارے یا تو سرے سے حساب کتاب ہی نہیں رکھتے یا غلط طریقہ پر رکھتے ہیں اور پھر بیک وقت کئی کئی حسابات رکھتے ہیں، جو مختلف مقاصد کے لیے مختلف ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ کمپنیوں تک کے حسابات میں بھی جنہیں چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ آڈٹ کرتے ہیں، کاروبار کی صحیح کارکردگی ظاہر نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ادارے نفع کو دبا کر اور نقصان کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور بعض اوقات تو فرضی نقصان دکھا دیتے ہیں، جن طریقوں سے یہ ہیر پھیر کیا جاتا ہے ان میں بعض کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

ا۔ سال کے شروع میں مال کی قیمت بڑھتی ہوئی دکھاتے ہیں اور اختتام سال پہ مال کی

قیمت کم دکھاتے ہیں۔

۲۔۔۔ اثاثوں کی قیمت خوب بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں تاکہ فرسودگی کی مد میں زیادہ رقم منہا ہو سکے اور اس طرح نفع کی مد میں یا تو کچھ ظاہر نہ ہو یا پھر نفع کم ہو جاتے۔

۳۔۔۔ ڈائریکٹروں کے مشاہرے اور اُجرتیں بہت زیادہ دکھائی جاتی ہیں اور یہ حضرات اکثر صورتوں میں کاروبار کرنے والوں کے عزیز و اقارب ہی ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں حسابات کی جانچ پڑتال سے نفع و نقصان کا صحیح اندازہ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ کیونکہ تنقیح کنندہ حضرات اصولی اور قانونی ضوابط کی پابندی کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ انہیں اس سے غرض نہیں ہوتی کہ کھاتوں میں مصارف کے اندراجات درست ہیں یا غلط۔

آج کل یہ سارا ہیر پھیر ٹیکس سے بچنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں تاجر حضرات یہ دلیل دیتے ہیں کہ وہ ٹیکس وصول کرنے والے اداروں میں پھیلی ہوئی بدعنوانیوں کی وجہ سے دو کھاتے رکھنے پر مجبور ہیں۔ صورت جو بھی ہو اس وقت ہمارا جو اخلاقی معیار ہے اس کے پیش نظر اگر نفع نقصان میں حصہ داری کا نظام نافذ کر دیا گیا اور بنکوں اور مالی اداروں نے اس نظام کو اپنا لیا تو کھاتے داروں کی یہ بدعنوانیاں اور بھی زیادہ بڑھ جائیں گی۔ بلکہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ ان مالیاتی اداروں کے افسران اور کاروباری حضرات اپنی ملی بھگت قائم کر لیں۔ کیونکہ اس وقت بھی ان اداروں میں بہت سی بدعنوانیاں بیان کی جاتی ہیں۔ نفع نقصان کی تقسیم میں اس ناجائز آمدنی کے حصول کے مواقع زیادہ وسیع ہوں گے۔ اس لیے اندیشہ یہ ہے کہ ملی بھگت کرنے کی تحریک زیادہ بڑھ جائے گی۔

قابلِ عمل طریقہ نفع نقصان میں شرکت کی بنیاد پر سرمایہ کاری کا کوئی ایسا قابلِ عمل طریقہ دریافت کرنے کی غرض سے، جو ہمارے حالات سے مطابقت رکھتا ہو، کونسل نے ان تمام فقہی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، جو شرکت و مضاربت کے موضوع سے تعلق رکھتی ہیں۔ جہاں تک معاہدۂ شرکت کی شرائط کا تعلق ہے، اُن کی رُو سے کاروبار میں شریک تمام فریق یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ منافع کی تقسیم کے لیے، اس امر کا لحاظ کیے بغیر کہ کاروبار میں ان کے لگائے ہوئے سرمائے کا تناسب کیا ہے، کسی بھی نسبت پر اتفاق کر لیں۔ لیکن جہاں تک نقصان کا تعلق ہے اس کی تقسیم سختی کے ساتھ

اس سرمایہ کے تناسب سے ہوتی ہے جو انہوں نے کاروبار میں لگایا ہے۔ لہٰذا مناسب ہوگا کہ نفع نقصان میں شرکت کے مجوزہ نظام میں اس امر کا فیصلہ کہ مالیاتی اداروں اور تجارتی و صنعتی فرموں کے درمیان منافع کی تقسیم کس نسبت اور شرح سے ہو، متعلقہ فریقوں کی صوابدید پر نہ چھوڑا جائے۔ بلکہ اس کے انضباط کا فریضہ مرکزی بنک کے سپرد ہونا چاہیے تاکہ ایک تو مالیاتی اداروں کے درمیان غیر صحت مندانہ رقابت کا سدباب ہو .... نئے نظام میں متعلقہ فریقوں کے درمیان استعمالات کے لیے وسائل پیداوار کی تخصیص کے عمل کو قومی ترجیحات کی تقسیم کا عمل ان کے لگائے ہوئے سرمایہ کے تناسب سے جاری رہے گا لیکن جہاں تک بنکوں اور مالیاتی اداروں کا تعلق ہے، انہیں عام طور پر یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ اپنے کاروبار میں لگائے ہوئے سرمائے کے مطابق منافع کی رقم میں حصہ دار بنیں۔ بلکہ ان کا حقیقی حصہ ان نسبتوں کے مطابق ہوگا جن کا تعین مرکزی بنک کرے۔ مثال کے طور پر کسی کاروبار میں کسی بنک کا منافع اس کے لگائے ہوئے سرمایہ کے مطابق سو روپے ہے اور نفع کی نسبت کا تعین کرنے والے ادارے نے 50 : 5 کی نسبت مقرر کی ہے تو اس صورت میں بنک کو جو منافع ملے گا اس کی مقدار پچاس روپے ہوگی تاہم جہاں تک نقصان کا تعلق ہے اس کی تقسیم سختی کے ساتھ کاروبار میں لگائے ہوئے سرمایہ کے تناسب سے کی جائے گی۔

نفع نقصان کی تقسیم کے لیے فراہم کی جانے والی رقم کو اتنے دنوں سے ضرب دیا جائے گا، جتنے دنوں سرمایہ استعمال میں رہا، چاہے وہ کاروباری ادارہ کے حصے کا سرمایہ ہو یا اس کی فاضل نقدی ہو یا بنک کا قرضہ ہو اور یا بنک کی فراہم کی جانے والی رقم ہو جو کاروبار میں کام آئے۔ اس طرح ایک مشترک نسب نما حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ تمام فریقوں کے حصے کے سرمایہ کا حساب یومیہ حاصل ضرب کی بنیاد پر لگایا جائے گا۔ اس عمل میں بڑے سے بڑا جز بھی حاصل ضرب کا حساب لگانے کے لیے اس مدت سے تجاوز نہیں کرے گا جس کا حساب لگایا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہی وہ مدت ہے جس میں عملی طور پر رقم لگی رہی اور کاروبار پر اثر انداز رہی۔ کاروباری اداروں سے معاملہ کرتے وقت بنک کے لیے ایک ایسی شق معاہدہ میں درج کرنا ہوگی جس کی رو سے اسے

اپنی طرف سے ایک ڈائریکٹر مقرر کرنے کا اختیار ہو جو اس ادارے میں بنک کے مفاد کی حفاظت کرے۔ بنک کو یہ اختیار بھی ہوگا کہ اس کاروبار کے سلسلے میں جس میں اس نے رقم لگائی ہے، حساب کتاب کی جانچ پڑتال کرے اور کاروبار کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرے۔

جہاں تک لمیٹڈ کمپنیوں سے بنکوں کے لین دین کا تعلق ہے، بنکوں کی ذمہ داری صرف اس رقم کی حد تک محدود ہوگی جو انہوں نے مالی امداد کی صورت میں فراہم کی ہے۔ لیکن اگر بنک افراد، شراکتی کاروبار یا دوسرے ایسے اداروں کو سرمایہ فراہم کریں گے جن کی ذمہ داری غیر محدود ہو تو بنکوں کی ذمہ داری بھی غیر محدود ہوگی۔ تاہم ایسی صورتوں میں بنک یہ پابندی لگا سکتے ہیں کہ دوسرا فریق بنکوں کی سرمایہ کاری کے دوران میں کوئی مزید مالی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا اور یہ کہ اگر بنکوں کی منظوری کے بغیر ایسی کوئی ذمہ داری قبول کی گئی تو بنک اس میں شریک نہیں ہوں گے۔

چند ضروری تحفظات | ۱۔ کونسل کا خیال ہے کہ تعزیری سود کی جگہ کوئی ایسی تدبیر اختیار کرنا نہایت ضروری ہے جو شریعت کے مطابق بھی ہو اور لوگوں کو بروقت ادائیگی پر مجبور بھی کر سکے۔ اگر کاروبار میں نقصان ہو جائے تو بات دوسری ہے۔ ورنہ ادا نہ کرنے یا تاخیر کی شکل میں جرمانہ عائد ہونا چاہیے جو ایک خاص مدت تک بڑھتا رہے۔ لیکن جرمانے کی رقم بنک کے بجائے حکومت کے خزانے میں جمع ہونی چاہیے تاکہ یہ سود کی شکل نہ اختیار کرنے پائے۔ تاخیر اور نادہندگی اگر بغیر معقول وجہ کے ہو تو یہ نہ صرف خیانت ہے بلکہ نئے نظام کو ناکام بنانے کے مترادف ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسا کرنے والوں کو سخت ترین سزا دی جائے جس میں ان کے مال کی ضبطی بھی شامل ہو۔ ساتھ ہی ایسے لوگوں کو بلیک لسٹ کر دینا چاہیے تاکہ یہ آئندہ کسی بنک سے روپیہ نہ لے سکیں۔

۲۔ نئے نظام کی کامیابی کے لیے بنکوں کو یہ آزادی دینا ضروری ہے کہ وہ خالص کاروباری اصولوں اور بنکنگ کے معیارات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس فریق کی مالی امداد کی درخواست مناسب سمجھیں، منظور کریں اور جس کی نامناسب سمجھیں مسترد کر دیں۔

یہ سب جانتے ہیں کہ سرکاری شعبہ میں چلنے والے بہت سے کاروباری ادارے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہیں...... چنانچہ انہیں یا تو مسلسل نقصان ہو رہا ہے یا پھر برائے نام

فائدہ اس کے باوجود بنکوں کو سرکاری ہدایات کے ذریعہ مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ ان اداروں کی مالی ضروریات پوری کریں۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے اوپر بنکوں کے واجبات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

۳ — نئے نظام کی کامیابی کے لیے یہ بھی ضروری ہوگا کہ حسابات کی جانچ پڑتال کے نظام میں بنیادی اصلاحات کی جائیں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل انتظامات قابلِ غور ہیں:۔

ا — مالی اداروں کو یہ اختیار ہونا چاہیے کہ وہ جس کاروباری ادارہ کو رقم فراہم کریں۔ اس کے حسابات کی تنقیح کے لیے اپنے تنقیح ساز مقرر کر سکیں۔ اس سے تنقیح سازوں میں تحفظ کا احساس بھی پیدا ہوگا۔ اور وہ اپنے فرائض کی ادائیگی بھی آزادی سے کر سکیں گے۔

ب ۔ بنکوں سے مالی امداد کے طلب گار اداروں کے لیے ضروری کیا جائے کہ وہ لاگت کے تعین کا نظام قائم کریں اور اس کی تنقیح بھی کرائیں۔ اب تک زیادہ تر کمپنیاں ایسا نہیں کرتیں۔ چنانچہ تنقیح سازوں کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ مصنوعات پر مختلف قسم کے کیا کیا مصارف کیے گئے ہیں۔

ج — مالی اداروں کے تنقیحی شعبہ کو بہت اچھی طرح سے منظم کیا جائے تاکہ یہ دوہری جانچ کر کے اپنا اطمینان کر لیں۔ اس سے یہ ہوگا کہ کاروباری ادارے اپنے ریکارڈ سلیقہ سے رکھیں گے اور ہر تیسرے یا چھٹے مہینے حاصل ہونے والے نفع کے بارے میں زیادہ صحیح اندازہ ہو سکے گا۔

د ۔ انسٹی ٹیوٹ آف چارٹرڈ اکاؤنٹینٹس کو تنقیح سازوں کی دورانِ کار تربیت کے کورس شروع کرنے چاہئیں تاکہ انہیں یہ ملکہ حاصل ہو جائے کہ وہ نفع چھپانے کے حسابی حیلوں سے واقف ہو جائیں۔

س — انسٹی ٹیوٹ آف چارٹرڈ اکاؤنٹینٹس کو غیر سودی معیشت کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ایک نئے تنقیحی نظام کو دریافت کرنے کے لیے تحقیق کرنا چاہیے۔ اس پر جو مصارف آئیں وہ حکومت اور مالی ادارے دونوں مل کر برداشت کریں۔

(باقی بر صفحہ ۴۰)